Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 189-199
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

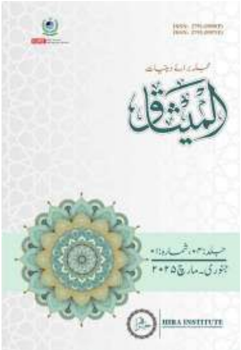

نصوصِ شریعہ اور افکارِ اقبالؒ کی روشنی میں عصری نسائی تحریک کا تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of the Contemporary Feminist Movement in the Light of Sharīʻah and Iqbāl's Thoughts

1. Muhammad Tahir Akbar
786tiens@gmail.com

Ph. D Scholar,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite:	Muhammad Tahir Akbar. 2025: "A Critical Analysis of the Contemporary Feminist Movement in the Light of Sharīʻah and Iqbāl's Thoughts". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 189-199.
Article History:	**Received**: 20-02-2025 / **Accepted**: 29-03-2025 / **Published**: 31-03-2025
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

نصوصِ شریعہ اور افکارِ اقبالؒ کی روشنی میں عصری نسائی تحریک کا تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of the Contemporary Feminist Movement in the Light of Sharīʻah and Iqbāl's Thoughts

Muhammad Tahir Akbar
Ph. D Scholar,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.
786tiens@gmail.com

Abstract

In the present era, the global feminist movement is in full swing regarding equal rights for men and women. Under which women should work against men and prove that women can do better than men in every field. In the eyes of Allah, the standard of superiority and excellence of all human beings (men and women) is piety. In Islamic society, men have been entrusted with more duties and have been made the guardians of women and responsible for the necessities of life. Iqbāl has highlighted the materialism of European civilization in his poems and prose. Iqbāl also made very valuable suggestions regarding the education of women and women's rights. Iqbāl says that nature has assigned separate services to both of them and the correct and regular performance of these separate duties is essential for the welfare of mankind. The term feminism came into being in 1880. The feminist movement is divided into three periods. The initial period started from the late nineteenth century to 1960. The second period is considered to be from 1960 to 1990. The third period started from 1990 and is still ongoing. This movement played a great role in the destruction of the family system and the creation of a sex-free society. In the present era, unlike Western society, in societies where Islamic teachings remain, not only the family system remains, but Islamic society; has largely escaped chaos, anxiety, sexism, and immorality. In the West, due to movements like the Feminist Movement and LGBTQ+, those societies are suffering from moral decline, while due to the presence of Islamic teachings, these movements have had an impact on Islamic societies, but the situation has not deteriorated as much as in the West.

Keywords: *Feminist Movement, Equality, Materialism, Women Rights, Society.*

تعارف

عصر حاضر میں مردوں اور عورتوں کے یکساں حقوق و فرائض کے حوالہ سے عالمی تحریک زوروں پر ہے۔ اس تحریک کے مطابق خواتین پر اولاد کی پیدائش اور تربیت اولاد کے علاوہ بھی مردوں کی مسابقت میں، ہر وہ کام کرنا ضروری ہے جو عام طور پر مردوں کی ذمہ داری سمجھے جاتے ہیں، مثلاً معاشی ذمہ داریاں نبھانا، جسمانی مشقت اور ملکی دفاع کے لئے فرنٹ لائن پر ہونا وغیرہ۔ اس کے علاوہ جنسی آزادی کا نعرہ بھی لگایا جاتا ہے۔ زیر نظر مقالہ یہ جاننے کی کاوش ہے کہ خواتین کا اولاد کی پیدائش، تربیت اور گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ مردوں کی مسابقت میں معاش وملک، قوم و معاشرہ کی دیگر ذمہ داریاں بھی سرانجام دینا نصوص شریعہ کے مطابق کیسا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کو جو فضیلت دی ہے اس کے کیا معانی ہیں؟ نیز اس حوالہ سے علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ بھی جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ دین اسلام میں خواتین کو کون سے اضافی حقوق عطا کئے گئے ہیں جو مردوں کو

حاصل نہیں، نیز یہ کہ ان اضافی حقوق کی روشنی میں عصر حاضر کا معاشرہ کس طرح استفادہ کر سکتا ہے؟

منہج تحقیق

زیر نظر مضمون میں قرآن و سنت اور افکارِ اقبال کی روشنی میں حقوق نسواں کو جاننے کے لئے تحقیقی و تجزیاتی منہج کو اپنایا گیا ہے، نیز عصری نسائی تحریک کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ بھی جاننے کی کاوش کی گئی ہے کہ اسلامی معاشرت میں مردوں کو کون سے فرائض اور ذمہ داریاں دی گئی ہیں اور خواتین کو کون سے اضافی حقوق حاصل ہیں۔ نیز ان اضافی حقوق کی روشنی میں عصر حاضر کا معاشرہ کس طرح استفادہ کر سکتا ہے؟

تحقیق کے بنیادی سوالات

1. کیا دنیا بھر کے مرد و خواتین ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی طور پر بالکل ایک جیسی صلاحیتیں رکھتے ہیں اور ایک جیسے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں یا مرد و خواتین کے جسمانی، ذہنی و نفسیاتی افعال میں فرق ہوتا ہے؟
2. کیا اخروی زندگی میں اللہ کے نزدیک مرد و خواتین کو نیک کام کرنے پر ایک جیسا اجر حاصل ہو گا، نیز یہ کہ مردوں کو کس طرح کی فضیلت حاصل ہے اور ان کو کون سی اضافی ذمہ داریاں دی گئی ہیں؟
3. کیا اسلامی معاشرت میں خواتین کو کوئی اضافی حقوق اور رعایتیں بھی حاصل ہیں؟
4. کیا اسلامی معاشرت میں مرد و خواتین کی ایک جیسی معاشی، معاشرتی، خاندانی، سیاسی اور گھریلو ذمہ داریاں ہوتی ہیں؟
5. علامہ محمد اقبالؒ مرد و خواتین کے مساوی حقوق اور حقوق نسواں کی تحاریک کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے؟
6. اگر اسلامی معاشرت میں خواتین کو اضافی حقوق حاصل ہیں تو کیا عصری نسائی تحاریک کے منتظمین قرآن و سنت سے استفادہ کر کے دنیا بھر کی خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق کی بجائے اضافی حقوق اور رعایات سے مستفید کرا سکتے ہیں؟

اسلامی معاشرے مردوں اور عورتوں کا مقام

اللہ کے نزدیک تمام انسانوں (مرد و عورت) کی برتری اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ جس طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اسلامی معاشرے میں مردوں کو زیادہ فرائض سونپے گئے ہیں اور انہیں خواتین کا سرپرست اور ضروریات زندگی کا ذمہ دار بنایا ہے۔ مردوں کے فرائض اور اضافی ذمہ داریوں جبکہ خواتین کے اضافی حقوق کا ذکر زیر نظر مقالہ میں آگے آرہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں یہ جملہ مشہور ہے:

كُلُّكُم مِن آدَم و آدَم مِن تُراب فَلَيسَ لِلعَرَبی عَلی العَجمی فَضل وَلا لِعَجَمِی عَلی العَربی وَلا لاَسوَد عَلی الاَبیَض وَلاَ الابیَض عَلی الاَسوَد فَضل الا بِالتَّقویٰ[1]

تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے، کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کسی کالے کو سرخ پر اور کسی سرخ کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں کہ برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِيْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىِٕمِيْنَ وَ الصّٰٓىِٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا[2]

بے شک فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، دل سے جھکنے والے مرد اور دل سے جھکنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور شاندار اجر تیار کر رکھا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[3]

اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَ سْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا[4]

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

یاایھا الناس فان لکم علی نسائکم حق ولھن علیکم حقاً...واستو صوا بالنساء خیراًفاتقوا اللہ فی نسائکم[5]

اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اور اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں، عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔

زیر نظر آیات قرآنی اور احادیث رسول ﷺ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق واجب ہیں، اسی طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق واجب ہیں، نیز یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا سرپرست اور نگہبان بنایا ہے، اس طرح معاشرے میں مردوں کے فرائض اور ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں جبکہ خواتین کو اضافی حقوق عطا ہوتے ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

عورت کی عصمت کی حفاظت و دیگر حقوق

مذہب اسلام میں مسلمانوں کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ عورت کا تعلق خواہ کسی بھی مذہب و مسلک سے کیوں نہ ہو، وہ دشمن قبیلہ سے ہو یا جنگل کی رہنے والی ہو، اس کی عصمت کی حفاظت ضروری ہے اور ایک مسلمان کسی بھی صورت زنا کے قریب نہیں جاسکتا۔ زنا کو مطلقاً حرام کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ-وَ سَآءَ سَبِيْلًا[6]

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔

نیز مذہب اسلام میں خواتین سمیت زیردست، ملازمین و مطیع کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے اور اس حوالہ سے متعدد احکامات وارد ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں اس حوالہ سے خصوصی احکامات کا اعلان فرمایا:

ارقائکم ارقائکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون[7]

لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا، زیر دستوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔

اس طرح دنیا میں پہلی مرتبہ یہ اصول وضع ہوا کہ مالک جو خود کھائے وہی اپنے ملازمین و زیر دست لوگوں کو کھلائے اور جو خود پہنے ویسا ہی اپنے ملازمین، مطیع اور زیر دست لوگوں کو پہنائے۔ ایسا خوبصورت اصول اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔

اسلامی معاشرے میں خواتین کے اضافی حقوق

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدین میں صنف نازک کو مردوں کی بنسبت بہت سے اضافی حقوق اور رعایتیں بھی عطا کی گئیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1. خواتین کی قتال میں شرکت اور مردوں کے شانہ بشانہ ہتھیاروں سے لڑنے کو فرض قرار نہیں دیا، بلکہ اسے خواتین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا جبکہ ضرورت پڑنے پر مردوں کے لئے جہاد و قتال ضروری فریضہ ہے۔ [8]
2. خواتین کا عبادات کے لئے مساجد میں جانے کو لازمی قرار نہیں دیا گیا بلکہ یہ معاملہ ان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر اپنے بیوی کو (عبادت کے لئے) مسجد آنے سے نہ روکے۔ [9]
3. گواہی کے لیے خواتین کو خاص رعایت ہے کہ گواہی کے لئے دو خواتین اکٹھی ہو کر عدالت جاسکتی ہیں۔ دو خواتین کی ایک گواہی تسلیم کی گئی، یوں ہمیشہ کے لئے اکیلی خاتون کو گواہی دینے سے استثناء ہو گیا جو ایک بہت بڑی رعایت ہے۔ [10]
4. معاشی جدوجہد کی ذمہ داری مردوں کو دی گئی اور خواتین کو اس حوالہ سے گھروں سے نکلنے کو بھی لازم قرار نہیں دیا گیا بلکہ یہ معاملہ خاندان اور خواتین کی اپنی صوابدید پر چھوڑا گیا۔
5. خواتین کے نان و نفقہ اور اخراجات کی ذمہ داری نہ صرف اس کے خاوند کو دی گئی بلکہ خاوند نہ ہونے کی صورت میں خاتون کے سرپرست (والد، بھائی وغیرہ) کو بھی دی گئی۔ سورہ النساء کی آیت نمبر 25 میں قرآنی لفظ "مُحصِنٰتُ (محفوظ عورتیں)" کی تفسیر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس رکوع میں یہ لفظ دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک شادی شدہ عورتیں جن کو شوہر کی حفاظت حاصل ہو۔ دوسرے خاندانی عورتیں جو لونڈیاں نہ ہوں اور جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو، اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ [11]
6. قرآن کریم کے مطابق عورت کا زیادہ سے زیادہ حق مہر مقرر نہیں ہے، سورۃ النساء آیت نمبر 20 میں ہے کہ اگر تم اپنی بیوی کو قنطارا (خزانہ یا ڈھیروں مال) بھی دے چکے ہو تو واپس نہ لو۔ اس طرح عورت کو سرپرستی، نان و نفقہ اور خرچ کے علاوہ حق مہر بھی حاصل ہوتا ہے۔ [12]
7. مال دار مرد پر اپنے اہل و عیال یہاں تک کہ اپنے زیر دست غلاموں کا بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، جبکہ مال دار عورت پر صرف اپنا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، اپنی اولاد یا کسی اور کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔ [13]
8. عاقل، بالغ، صاحب استطاعت مرد پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے جس کے معانی ہیں کہ اگر عاقل بالغ مرد کے پاس اہل و عیال پر خرچ کرنے کے علاوہ حج کے لئے زادِ راہ موجود ہو تو اس پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے، لیکن صاحب استطاعت عورت کے معاملہ میں صرف زادِ راہ پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لئے محرم کا ساتھ ہونا یا محرم کا بھی خرچ موجود ہونا ضروری ہے، یوں خواتین کو مزید رعایت اور آسانی حاصل ہے۔ [14]

9. ایامِ ماہواری میں خواتین کو نماز پنجگانہ اور روزہ سے استثناء حاصل ہوتا ہے۔ یوں انہیں اس معاملہ میں بھی رعایت اور آسانی حاصل ہے۔ [15]

10. خواتین کے حج کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیوں نہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہاد اور غزوات میں جایا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لیے مقبول حج ایک بہترین جہاد ہے۔ [16]

وراثت میں بیٹی کو بیٹے کی نسبت نصف مال ملنے کی حکمت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے وراثت میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر مقرر کیا ہے جس میں علمائے کرام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ خاندانی خاتون کا نان و نفقہ اور اخراجات اس کے شوہر یا سرپرست (باپ، بھائی وغیرہ) کے ذمہ ہوتے ہیں اور خاندان کی کفالت وغیرہ کی ذمہ داری بھی عورت کی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ عورت کو وراثت کے علاوہ حق مہر اور دیگر اخراجات بھی ملتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو وراثت کا حق دیا کہ وہ اپنے مال کی مالک و خود مختار ہے۔ اس پر معاشی ذمہ داری کسی کی نہیں بلکہ وہ سب سے وصول کرتی ہے۔ اس لیے مال اس کے پاس محفوظ رہتا ہے مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے کہ اس نے ہر حال میں عورت اور بچوں، والدین پر خرچ کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا نتیجتاً عورت کی معاشی حالت اتنی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے بہتر حالت میں ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مردوں کو خاندان کی کفالت، بیوی کا حق مہر، نکاح، فوتیدگی، فطرانہ اور دیگر معاملات میں پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے، اسی حکمت کے تحت اللہ تبارک و تعالیٰ نے وراثت میں بیٹے کا حق بیٹی کی نسبت دوگنا رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ [17]

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔

متقدمین مفسرین میں علامہ ابنِ کثیرؒ اس فرق کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے حصوں میں فرق اس لیے رکھا ہے کہ مردوں کے ذمے جو ضروریات ہیں وہ عورتوں کے ذمے نہیں، مثلاً اپنے متعلقین کے کھانے پینے اور دیگر اخراجات کی کفالت اور کسب اور مشقتیں، اس لیے انہیں (مردوں کو) ان کی حاجت کے مطابق عورتوں سے دوگنا دلوایا۔[18] شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مطابق حقوق کی حفاظت و حمایت مردوں کا کام ہے اور مرد کو کئی ایک موقعوں پر خرچ کرنا پڑتا ہے وہ ہمیشہ مصارف کے زیرِ بار رہتے ہیں۔ اس لیے مناسب اور قرین صواب یہی ہے کہ میراث میں انہی کو زیادہ مستحق سمجھا جائے۔ [19]

عصرِ حاضر میں نسائی (Feminist) تحریک

فیمنزم کی اصطلاح 1880ء میں سامنے آئی۔ ''ہبر ٹائن آکلرٹ'' نامی خاتون نے اس اصطلاح کو معاشرے پر مردانہ غلبہ کے خاتمے اور حقوق نسواں کے لئے استعمال کیا۔ فرانس میں اس خوش کن نعرے اور تحریک نے خواتین کو حقوق دلانے اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور فرانس سے یہ تحریک دیگر ممالک تک پھیل گئی، جس کا بنیادی مقصد معاشرے میں مردوں کے غلبہ کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔ مثال کے طور پر عورت کے لیے ملکیت کا حق، ہراسمنٹ سے تحفظ، نوکریوں میں مردوں سے یکساں مواقع، سیاست اور حکومت میں مردوں کے برابر حق، بچے پیدا کرنے یا نہ کرنے کا حق، نام نہاد جنسی آزادی جیسے میرا جسم میری مرضی بھی کہا گیا۔ اسقاطِ حمل کا حق، مردوں کی بجائے عورت کو طلاق کا اختیار، شادی کے بغیر جنسی آزادی کا حق اور ہم

جنس پرستی کی آزادی وغیرہ۔

فیمنزم تحریک کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ابتدائی دور انیسویں صدی کے اواخر سے شروع ہو کر 1960ء تک ہے۔ عیسائی مذہب میں موجود خواتین کی پابندیوں اور اخلاقیات کو رد کرتے ہوئے امریکہ کی ایک قانون دان اور سوشلسٹ لیڈر الزبتھ کیڈی اسٹانیٹن نے تحریک چلائی۔ انہوں نے اپنی کتاب The Women's Bible میں لکھا کہ عیسائی مذہب میں عورت کی حیثیت ایک قیدی کی ہے جو اپنے گھر میں قید ہے۔ مذہبی رہنماؤں کو چاہیئے کہ وہ مرد اور عورت کو یکساں قرار دیں۔ انہوں نے اس موضوع پر درجنوں کتب لکھیں اور یہ تحریک چلائی کہ عورت کو مذہب کی قید اور رسیوں سے آزاد کرانا چاہیئے۔ ان کا انتقال 1902ء میں نیویارک میں ہوا۔

1918ء میں امریکہ کی معروف قانون دان اور سوشلسٹ لیڈر Crystal Eastman کا مضمون بہت معروف ہوا جس میں اس نے برتھ کنٹرول کے حوالہ سے خواتین کے حق کو شد و مد سے پیش کیا اور حکومت سے پرانے قوانین کو تبدیل کر کے نئے قوانین بنانے کا مطالبہ کیا، یوں آہستہ آہستہ قوانین میں تبدیلی کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1928ء میں ان کا انتقال ہوا۔

دوسرا دور 1960ء سے 1990ء کا مانا جاتا ہے۔ اس دور میں خواتین کو مردوں کے یکساں معاشی مواقع ملے اور قانونی طور پر صنفی تفریق کا خاتمہ شروع ہوا۔ تیسرا دور 1990ء سے شروع ہو کر ہنوز جاری ہے۔ اس دور میں خواتین کی جنسی آزادی کا بھی نعرہ بلند کیا گیا۔ ہم جنس پرستی اور میرا جسم میری مرضی جیسے نعرے بلند ہوئے۔ دنیا بھر میں فیمنسٹ موومنٹ کا باقاعدہ آغاز بھی اسی دور میں ہوا، یہاں تک کہ مسلم آبادی رکھنے والے ممالک میں بھی اس تحریک نے قدم جمائے۔ صنعتی ترقی میں مرد و خواتین کے یکساں طور پر شامل ہونے کی وجہ سے اس تحریک کو بھرپور پذیرائی ملی۔ الغرض یہ کہ مغرب میں خاندانی نظام کی تباہی اور سیکس فری سوسائٹی کے بننے میں اس تحریک کا بھی زبردست کردار ہے۔

چین میں نسائی (Feminist) تحریک

چین میں فیمنسٹ تحریک مغرب سے پہلے اٹھارہویں صدی کے آخر میں شروع ہو چکی تھی۔ لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کا آغاز عورتوں کی بجائے مردوں سے ہوا۔ اس ضمن میں کئی چینی مصنفین کا نام لیا جاتا ہے جنہوں نے عورتوں کو مردوں کے تسلط سے آزاد ہونے اور شانہ بشانہ کام کرنے کی جانب راغب کرنے کی کوشش کی۔ ان دانشوروں میں لن زونگ سو، ہی زہین اور جین زی فن کے نام شامل ہیں۔ چین میں تحریک نسواں ایک طویل عرصہ سے جاری ہے لیکن اس کے باوجود وہاں مغرب کی طرح سے خاندانی نظام تباہ نہیں ہوا۔

اسلام اور عصری نسائی (Feminist) تحریک

عصر حاضر میں مغربی معاشرہ کے برعکس جن سوسائٹیز میں اسلامی تعلیمات باقی ہیں وہاں نہ صرف خاندانی نظام باقی ہے، بلکہ اسلامی معاشرہ انتشار، بے چینی، جنس پرستی، بغیر نکاح کے شادیوں اور بے راہروی سے بہت حد تک بچا ہوا ہے۔ اس کی وجہ اسلامی تعلیمات ہیں جن کا بیان سابق صفحات میں گزر چکا ہے۔ مغرب میں Feminist Movement اور LGBTQ+ جیسی تحریکوں کی وجہ سے وہ معاشرے اخلاقی زوال کا شکار ہیں، جبکہ اسلامی تعلیمات کی موجودگی کے باعث اسلامی معاشروں پر ان تحریکوں کا اثر تو ہوا ہے لیکن ابھی مغرب کی طرح سے حالات خراب نہیں ہوئے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مرد جو جسمانی طور پر زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور عورت جو زیادہ حساس، بچوں اور خاندان والوں سے زیادہ محبت کرنے والی ہوتی ہے آپس میں رفیق بن کر رہتے ہیں۔ مرد و عورت کا ایک دوسرے کا ساتھی اور رفیق بن کر رہنا اسلامی

تعلیمات کی وجہ سے ہے جبکہ نسائی تحریک کے باعث عورت اور مرد ایک دوسرے کے رفیق بننے کی بجائے فریق بن چکے ہیں۔ میاں اور بیوی جو ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں، ان نسائی تحریکوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے مقابل اور ضد بن چکے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں معاشرہ بے اطمینانی اور انتشار کا شکار ہے، جنسی بے راہ روی عام ہے۔

ان حالات میں اسلامی سکالرز اور علمائے کرام کو چاہئے کہ وہ ایسی تحریکوں کا اثر لینے اور مرعوب ہوئے بغیر دنیا بھر کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کریں تاکہ عصر حاضر کے لوگوں کے علم میں آئے کہ قریباً ڈیڑھ سو سالہ فیمنسٹ تحریک کے بعد مغرب کی عورت نے شدید جدوجہد کے بعد مردوں کے برابر جو حقوق حاصل کئے ہیں، اسلامی معاشروں میں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اسلام قریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل عورتوں کو مردوں سے کہیں زیادہ حقوق اور رعایات دے چکا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو مردوں سے کہیں زیادہ حقوق اور رعایات سے بغیر کسی جدوجہد کے نوازا ہے۔ اسلامی معاشروں میں مردوں سے زائد حقوق اور رعایات سے آج بھی عورت مستفید ہو رہی ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کی نظر میں حقوقِ نسواں

اقبال نے اپنے اشعار اور نثر میں یورپی تہذیب کی مادیت پرستی کو اُجاگر کیا ہے، نیز اقبال نے خواتین کی تربیت اور حقوق نسواں کے حوالہ سے بھی نہایت قیمتی تجاویز دیں۔ مغربی تہذیب پر تنقید کے حوالہ سے اقبال کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی — جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا
اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے — بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا
اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تُند جولاں بھی — نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا
تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت — ہے حضرت انساں کے لیے وائے تباہی
نہیں ہے غیر از نمودِ عریانی، وجودِ فرنگ — کہ اس کا جوہر اصلی، ہے بس فساد و فتن

اقبالؒ نے 1911ء میں ایم اے او کالج لاہور میں اسلامی ثقافت و کلچر کی اہمیت پر انگریزی میں لیکچر دیا جس کا ترجمہ مولانا ظفر علی خانؒ نے "ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر" کے نام سے کیا۔ اس میں اقبالؒ نے کہا کہ میں کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف کروں گا کہ میں آیہ کریمہ "الرجالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّساء" میں مرد اور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہو سکتا کہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کی ہیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادہ انسانی کی صحبت اور فلاح کے لئے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے، عورتوں کو آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے نقصان دہ ثابت ہو گا اور نظام معاشرت میں اس سے پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی۔ عورتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم سے بھی جس حد تک کہ افراد قوم کی شرح اموات کو تعلق ہے جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی غالباً پسندیدہ نہ ہوں گے۔ مغربی دنیا میں جب عورتوں نے گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر کسب معاش کی جدوجہد میں مردوں کا ساتھ دینا شروع کیا تو خیال کیا جاتا تھا کہ ان کی یہ اقتصادی حریت دولت کی پیداوار میں اضافہ کرے گی۔ لیکن تجربہ نے اس خیال کی نفی کر دی اور ثابت کیا کہ خاندانی وحدت کے رشتہ کو جو ہنی نوع انساں کی روحانی زندگی کا جزو اعظم ہے، یہ حریت توڑ دیتی ہے۔[20]

خطبات اقبال میں فرماتے ہیں کہ مرد وزن میں نکاح کی شریعت میں حیثیت ایک عقد کی ہے اور بوقت نکاح بعض شرائط کی بناپر بیوی شوہر سے طلاق کا حق (طلاق تفویض) خود اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے، سو طلاق کے معاملہ میں تو مساوات قائم ہے۔ جہاں تک قانون وراثت میں حصص کی تقسیم کا تعلق ہے، یہ قول کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ غلط فہمی پر مبنی ہے بلکہ قرآن میں اللہ تعالی کے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 228 میں بیان کئے گئے ارشاد کے بھی منافی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ غالباً اسی بنا پر اقبال نے خود ایم ڈی تاثیر اور کرسٹیبل تاثیر کا نکاح نامہ تحریر کرتے ہوئے "طلاق تفویض" کا حق بیوی کو دیا تھا۔ پاکستان میں اب یہ شرط نکاح نامہ میں موجود ہوتی ہے۔[21] اقبال یہ بھی فرماتے ہیں کہ اسلامی قانون وراثت میں بیٹی کے حصہ کا تعین کسی کمتر حیثیت کے سبب نہیں کیا گیا بلکہ ان فائدوں کے پیش نظر کیا گیا ہے جو اسے معاشی اعتبار سے حاصل ہیں۔ مثلاً شریعت اسلامی میں بحیثیت بیوی وہ اس جہیز کی خود مالک ہے جو اسے والدین کی طرف سے ملتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے مہر کی مالک ہے جو اسے شوہر ادا کرتا ہے اور جب تک پوری ادائیگی نہ ہو جائے وہ شوہر کی ساری جائیداد مکفول رکھ سکتی ہے۔ اس کے کفاف کی ذمہ داری تاحیات شوہر کی ذمہ داری ہے۔ پھر وہ ماں باپ، شوہر اور اپنی اولاد سے اپنے حصہ وراثت کی حقدار ہے۔ اس لیے وراثت کے معاملہ میں بقول اقبال جو عدم مساوات بظاہر نظر آتی ہے وہ اس برابری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔[22]

اقبالؒ کہتے ہیں: چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی متخیلات کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہٰذا قومی ہستی کی مسلسل بقاء کے ساتھ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتداء میں ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں۔ جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو اسلامی تاریخ، علمِ تدبیر، امور خانہ داری اور علم اصول حفظ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی قابلیتیں اس حد تک نشوونما پاجائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کر سکیں گی اور امومت کے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں گی۔ جو میری رائے میں عورت کے فرائض اولین ہیں۔[23]

حاصل بحث

عصر حاضر میں مردوں اور عورتوں کے یکساں حقوق کے حوالہ سے عالمی فیمنسٹ تحریک زوروں پر ہے۔ فیمنزم کی اصطلاح 1880ء میں سامنے آئی۔ "ہبر ٹائن آکلرٹ" نامی خاتون نے اس اصطلاح کو معاشرے پر مردانہ غلبہ کے خاتمے اور حقوق نسواں کے لئے استعمال کیا۔ فرانس میں اس خوش کن نعرے اور تحریک نے خواتین کو حقوق دلانے اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور فرانس سے یہ تحریک دیگر ممالک تک پھیل گئی، جس کا بنیادی مقصد معاشرے میں مردوں کے غلبہ کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔ مثال کے طور پر عورت کے لیے ملکیت کا حق، ہراسمنٹ سے تحفظ، نوکریوں میں مردوں سے یکساں مواقع، سیاست اور حکومت میں مردوں کے برابر حق، بچے پیدا کرنے یا نہ کرنے کا حق، نام نہاد جنسی آزادی جیسے میرا جسم میری مرضی بھی کہا گیا۔ اسقاطِ حمل کا حق، مردوں کی بجائے عورت کو طلاق کا اختیار، شادی کے بغیر جنسی آزادی کا حق اور ہم جنس پرستی کی آزادی وغیرہ۔

فیمنزم تحریک کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ابتدائی دور انیسویں صدی کے اواخر سے شروع ہو کر 1960ء تک ہے۔ دوسرا دور 1960ء سے 1990ء کا مانا جاتا ہے۔ تیسرا دور 1990ء سے شروع ہو کر ہنوز جاری ہے۔ اس دور میں خواتین کی جنسی آزادی کا بھی نعرہ بلند کیا گیا۔ ہم جنس پرستی اور میرا جسم میری مرضی جیسے نعرے بلند ہوئے۔ الغرض یہ کہ مغرب میں خاندانی نظام کی تباہی اور سیکس فری سوسائٹی کے بننے میں اس تحریک کا بھی زبردست کردار ہے۔

عصر حاضر میں مغربی معاشرہ کے برعکس جن سوسائٹیز میں اسلامی تعلیمات باقی ہیں وہاں نہ صرف خاندانی نظام باقی ہے، بلکہ اسلامی معاشرہ انتشار، بے چینی، جنس پرستی، بغیر نکاح کے شادیوں اور بے راہروی سے بہت حد تک بچا ہوا ہے۔ اس کی وجہ اسلامی تعلیمات ہیں جن کا بیان سابق صفحات میں گزر چکا ہے۔ مغرب میں Feminist Movement اور +LGBTQ جیسی تحریکوں کی وجہ سے وہ معاشرے اخلاقی زوال کا شکار ہیں، جبکہ اسلامی تعلیمات کی موجودگی کے باعث اسلامی معاشروں پر ان تحریکوں کا اثر تو ہوا ہے لیکن ابھی مغرب کی طرح سے حالات خراب نہیں ہوئے۔

اللہ کے نزدیک تمام انسانوں (مرد و عورت) کی برتری اور فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ جس طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اسلامی معاشرے میں مردوں کو زیادہ فرائض سونپے گئے ہیں اور انہیں خواتین کا سرپرست اور ضروریات زندگی کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق صنف نازک کو مردوں کے مقابلہ میں بہت سے اضافی حقوق اور رعایات بھی عطاء کی گئیں ہیں، جیسے خواتین کا جہاد و قتال میں شرکت سے استثناء، عبادت کے لیے مساجد میں جانا لازمی نہیں، گواہی کے معاملے میں خواتین کو ملنے والی خاص رعایت، خواتین کا معاشی جدوجہد اور خاندان کی کفالت کرنے سے استثناء، خواتین کے نان ونفقہ اور اخراجات کی ذمہ داری اس کے سرپرست (باپ، بھائی وغیرہ) اور شوہر پر ہونا، زیادہ حق مہر حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں، والدین اور شوہر کی جانب سے تحائف حاصل کرنا، مال دار عورت کا مرد کے برعکس صرف اپنا صدقہ فطر ادا کرنا، حج کی فرضیت کے لئے مردوں کے برعکس زاد راہ اور گھریلو اخراجات کے ساتھ محرم کا بھی ساتھ ہونا، ایام ماہواری میں نماز اور روزہ سے استثناء، خواتین کے حج کو جہاد قرار دیا جانا اور دیگر کچھ اضافی حقوق ورعایات۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وراثت میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر مقرر کیا ہے جس میں علمائے کرام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ خاندانی خاتون کا نان ونفقہ اور اخراجات اس کے شوہر یا سرپرست (باپ، بھائی وغیرہ) کے ذمہ ہوتے ہیں اور خاندان کی کفالت وغیرہ کی ذمہ داری بھی عورت کی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ عورت کو وراثت کے علاوہ حق مہر اور دیگر اخراجات بھی ملتے ہیں۔ لہٰذا نتیجتاً عورت کی معاشی حالت اتنی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے بہتر حالت میں ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مردوں کو خاندان کی کفالت، بیوی کا حق مہر، نکاح، فوتیدگی، فطرانہ اور دیگر معاملات میں پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے، اسی حکمت کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے وراثت میں بیٹے کا حق بیٹی کی نسبت دوگنا رکھا ہے۔

اقبال نے اپنے اشعار اور نثر میں یورپی تہذیب کی مادیت پرستی کو اجاگر کیا ہے، نیز اقبال نے خواتین کی تربیت اور حقوق نسواں کے حوالہ سے بھی نہایت قیمتی تجاویز دیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جداجدا خدمتیں کی ہیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی انسانوں کی فلاح کے لئے لازمی ہے۔

مرد و عورت کا ایک دوسرے کا ساتھی اور رفیق بن کر رہنا اسلامی تعلیمات کی وجہ سے ہے جبکہ نسائی تحریک کے باعث عورت اور مرد ایک دوسرے کے رفیق بننے کی بجائے فریق بن چکے ہیں۔ میاں اور بیوی جو ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ ان حالات میں اسلامی سکالرز اور علمائے کرام کو چاہئے کہ وہ دنیا بھر کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کریں تاکہ عصر حاضر کے لوگوں کے علم میں آئے کہ اسلام قریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل عورتوں کو مردوں سے کہیں زیادہ حقوق اور رعایات دے چکا ہے اور اسلامی معاشروں میں مردوں سے زائد حقوق اور رعایات سے آج بھی عورت مستفید ہو رہی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 نثار احمد، ڈاکٹر، **خطبہ حجۃ الوداع**، (لاہور: بیت الحکمت، 2005ء)، ص185۔

2 سورۃ الاحزاب 33:35۔

3 سورۃ البقرہ 2:228۔

4 سورۃ النساء 4:32۔

5 نثار احمد، **خطبہ حجۃ الوداع**، ص191۔

6 سورۃ الاسراء 17:32۔

7 نثار احمد، **خطبہ حجۃ الوداع**، ص191۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح البخاری**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الجهاد والسير، باب وجوب النفير الخ، رقم الحدیث: 2825۔

9 **ایضاً**، کتاب صفة الصلواة، باب استئذانِ المراۃ الخ، **رقم الحدیث**: 873۔

10 سورۃ البقرہ 2:282۔

11 سورۃ النساء 4:25۔

12 سورۃ النساء 4:20۔

13 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، فتویٰ نمبر 144109202246۔

14 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، فتویٰ نمبر 143101200659۔

15 البخاری، **الجامع الصحیح البخاری**، کتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، **رقم الحدیث**: 304۔

16 **ایضاً**، کتاب جزاءِ الصيد، باب حج النساء، **رقم الحدیث**: 1861۔

17 سورۃ النساء 4:11۔

18 ابنِ کثیر، عماد الدین اسماعیل بن کثیر، **تفسیرالقرآن العظیم**، (لاہور: سہیل اکیڈمی، 1982ء)، 1/459۔

19 شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، **حجۃ اللہ البالغہ**، مترجم: مولانا عبدالرحیم، (لاہور: قومی کتب خانہ، 1983ء)، 2/515۔

20 محمد اقبال، علامہ، **ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر**، مترجم: مولانا ظفر علی خان، (لاہور: ہفت روزہ رفتار زمانہ، 20 ستمبر 1949ء)، ص25-26۔

21 جاوید اقبال، ڈاکٹر، **خطبات اقبال**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء)، ص201۔

22 **ایضاً**۔

23 محمد اقبال، **ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر**، ص27۔